مردُود کہیں کا

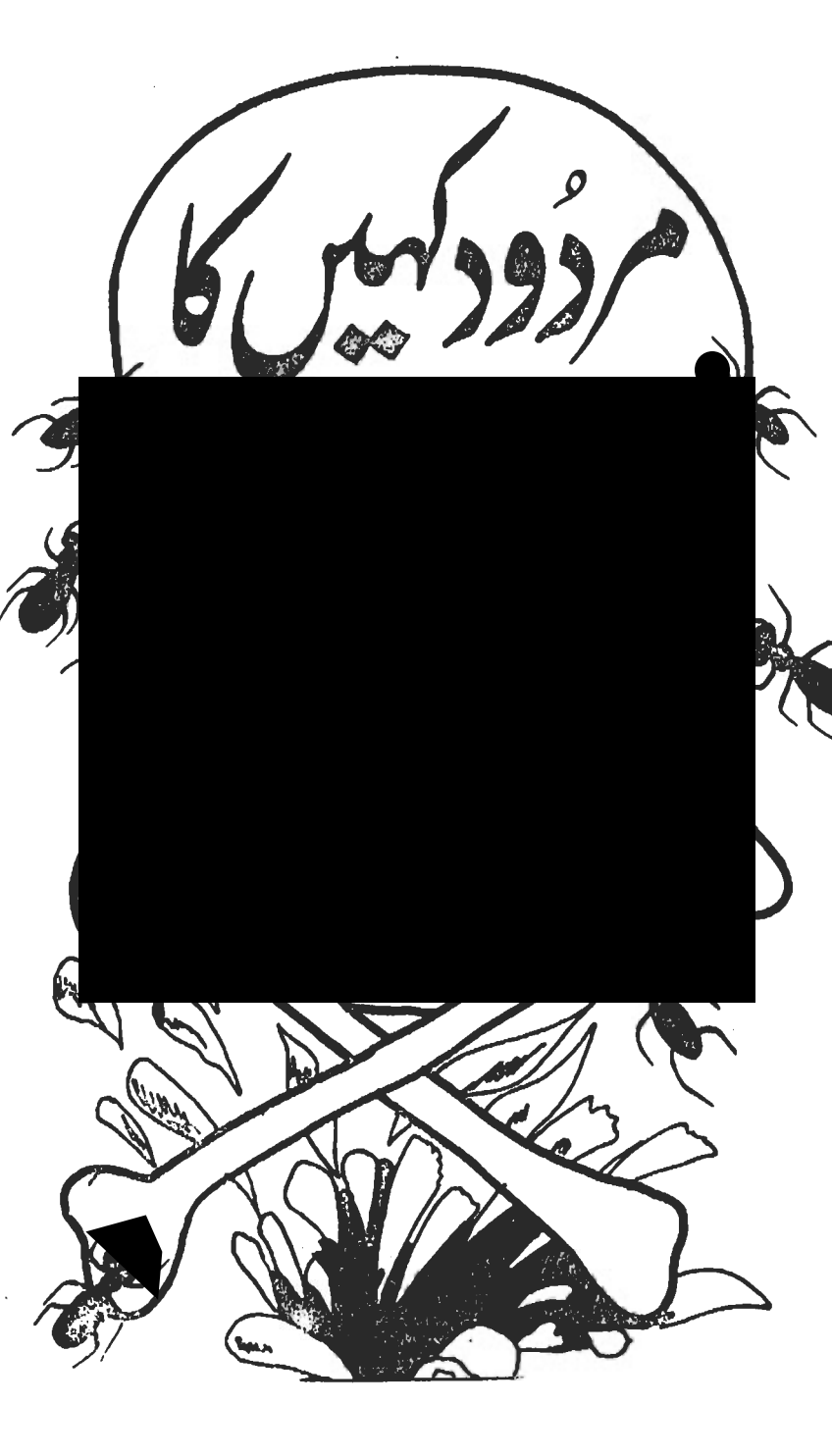

چوہدری اللہ بخش اپنے گاؤں کا نمبردار تھا۔ پانچ مربع زمین کا مالک تھا۔ خدا تعالیٰ نے پانچ ہی بیٹوں سے نوازا تھا۔ ذات کا راجپوت تھا۔ اس کی زندگی بڑے ٹھاٹھ سے گزر رہی تھی۔ پورے گاؤں میں اس کا بڑا احترام کیا جاتا تھا۔ پنچایت میں اس کے فیصلے کو آخری فیصلہ مانا جاتا تھا۔ ایک دن چوہدری اللہ بخش اپنی بڑی بیٹی سے ملنے ضلع جھنگ کے قصبہ اٹھارہ ہزاری گیا۔ جب ہفتہ بھر واپس نہ آیا تو گھر والوں کو سخت تشویش ہوئی۔ بڑا بیٹا باپ کا پتہ کرنے بہن کے گھر پہنچا اور حیرت کے مارے اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا' جب اس کی بہن نے اسے بتایا کہ ابا جان تو ہمارے گھر آئے ہی نہیں۔ چوہدری کی بیٹی کا غم کے مارے برا حال ہوگیا۔ وہ روتی دھوتی فوراً بھائی کے ساتھ ماں کے گھر آ گئی۔ چوہدری کا گھر غم کدہ بنا ہوا تھا۔ بچے رو رہے تھے۔ بیوی پہ سکتہ طاری تھا۔ چوہدری کے گم ہونے کی خبر سارے گاؤں میں پھیل گئی اور سارا گاؤں چوہدری کے گھر دوڑ آیا۔ گاؤں کے بزرگ چوہدری کی گمشدگی پر مختلف خدشات کا اظہار کر رہے تھے۔ کوئی کہہ رہا تھا کہ اسے کسی نے قتل نہ کر دیا ہو لیکن دوسرا اس کی اس سوچ کو یہ کہہ کر ختم کر دیتا کہ چوہدری کی تو کسی سے کوئی دشمنی نہ تھی۔ کوئی کہتا کہ کہیں اسے اغوا برائے تاوان نہ کر لیا گیا ہو' لیکن دوسرا اس کی اس بات کو یہ کہہ کر رد کر دیتا کہ اگر کسی نے اغوا برائے تاوان کیا ہوتا تو وہ فوراً اہل خانہ سے رقم کا مطالبہ کرتا۔ گاؤں کے لوگوں کو اس بات کا سب سے شدید خدشہ تھا کہ وہ کہیں حادثہ کا شکار نہ ہوگیا ہو۔ اس لیے گاؤں کے ایک بزرگ نے آٹھ نوجوانوں کی ڈیوٹیاں لگائیں کہ وہ مختلف شہروں کے ہسپتالوں اور تھانوں سے رابطہ کریں۔ گاؤں کے نوجوان حاصل کردہ ہدایات لے کر مختلف شہروں کے ہسپتالوں اور تھانوں میں پھرتے رہے لیکن چوہدری اللہ بخش کا کوئی سراغ نہ ملا۔

چوہدری کو گم ہوئے ایک مہینہ گزر چکا تھا۔ ایک روشن صبح گاؤں کے لوگ اپنے کھیتوں میں کام میں مگن تھے۔ عورتیں مردوں کا ہاتھ بٹا رہی تھیں۔ بھینسیں گاؤں کے تالاب میں نہا رہی تھیں۔ سکول جانے والے بچے اپنے بستے گلے میں لٹکائے

سکول کی جانب رواں دواں تھے کہ گاؤں کے کچھ بچے بھاگے بھاگے شور مچاتے چوہدری کے گھر داخل ہوئے۔ وہ اونچی اونچی آواز میں کہہ رہے تھے۔

"چوہدری آگیا ہے' چوہدری آگیا ہے"۔

یہ خوش کن آواز کانوں میں پڑتے ہی چوہدری کے بیوی بچے باہر کی جانب بھاگ اٹھے اور اچانک وہ کیا دیکھتے ہیں کہ واقعتاً چوہدری چلا آ رہا ہے۔ مارے خوشی کے انہیں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ چوہدری کے ساتھ ایک سفید داڑھی والا بزرگ شخص بھی چلا آ رہا ہے۔ سب بچے دوڑے اور باپ سے لپٹ گئے۔ سب کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے جو بے تحاشا بہے جا رہے تھے۔ چوہدری کی آمد کی خبر پورے گاؤں میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور لوگ اپنے کام کاج وہیں پر چھوڑ کر چوہدری کو دیکھنے کے لیے بھاگے۔ سب حیرت اور خوشی کے ملے جلے جذبات سے چوہدری کو دیکھتے اور بغل گیر ہو جاتے۔ لوگ چوہدری کے ساتھ آئے بزرگ کو دیکھ کر حیراں ہوتے' جس کی عمر سو سال کے لگ بھگ تھی لیکن صحت بہت اچھی اور اعصاب مضبوط تھے اور پہلی نظر دیکھتے ہی وہ بزرگ کوئی ہوشیار آدمی محسوس ہوتا تھا۔ گھر والوں نے چوہدری سے پوچھا' ہمارا تو رو رو کر برا حال ہو گیا تم اتنے دن کہاں رہے ہو؟ ——— یہ بزرگ کون ہے؟ چوہدری نے کہا کہ یہ بزرگ میرے محسن ہیں اور میں کہاں رہا' اس کی تفصیل کل مجمع عام میں سناؤں گا۔

اگلے دن چوہدری نے پورے گاؤں کی دعوت کی' دیگیں پکائیں۔ چوہدری کی حویلی کا تقریباً تین کنال کا صحن لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ ایک کرسی پر چوہدری بیٹھا ہوا تھا اور اس کے ساتھ والی ایک بڑی سی کرسی پر وہ بزرگ بیٹھا تھا۔ چوہدری نے سب لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں کہاں گیا تھا اور میرے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا۔ اس نے کہا:

"میں اپنی بیٹی سے ملنے بس میں سوار اٹھارہ ہزاری جا رہا تھا۔ میری خوش قسمتی کہ بس میں میری ساتھ والی نشست پر یہ بزرگ تشریف فرما تھے۔ ان کا میرے ساتھ بیٹھنا میری فیروز بختی کا باعث بن گیا۔ انہوں نے میرے مقدر کو بدل دیا۔ انہوں نے مجھے جہنم سے بچا لیا۔ دوران سفر انہوں

نے مجھے بتایا کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور ان کی قبر کشمیر میں ہے۔ احادیث نبوی میں جس مسیح موعود کے نزول کا بتایا گیا ہے' وہ مسیح موعود مرزا غلام احمد قادیانی ہے' جس کا ظہور قادیان میں ہوا ـــــ اور وہی امام مہدی ہیں۔ انہوں نے مجھے نصیحت فرماتے ہوئے کہا کہ اگر تم اپنے ایمان کی سلامتی چاہتے ہو تو اس مسیح موعود اور امام مہدی کے دامن سے وابستہ ہو جاؤ۔ یہ مجھے ساتھ لے کر ربوہ چلے گئے اور میں نے مسیح موعود کے خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور پھر مجھے تعلیم و تربیت کے لیے ایک مہینہ ربوہ میں روک لیا گیا تاکہ مرزا غلام احمد قادیانی کی تعلیمات میرے ذہن میں راسخ ہو جائیں۔ ایک مہینے میں میری تعلیم و تربیت کا بھرپور اہتمام کیا گیا۔ دوستو! یہ بزرگ میرے محسن ہیں۔ میں ساری زندگی ان کے احسانات کا بدلہ نہیں دے سکتا۔ اگر یہ مجھے نہ ملتے تو میری آخرت برباد ہو جاتی اور میں جہنم کا ایندھن بن جاتا۔

میں نے آج یہ محفل اس لیے سجائی ہے اور ان بزرگوں کو اس ضعیف العمری میں تکلیف دے کر اس لیے ساتھ لایا ہوں کہ مجھے تمہاری آخرت کی بھی فکر ہے۔ آخر تم سب میرے دوست اور عزیز و اقارب ہو' لہٰذا میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے تم سے التماس کرتا ہوں کہ تم مرزا قادیانی کی مسیحیت' مہدیت اور نبوت پر ایمان لے آؤ۔ اگر کوئی علمی شبہات ہوں تو جوابات کے لیے یہ بزرگ حاضر ہیں' جنہوں نے انہیں آنکھوں سے مرزا صاحب کی زیارت کی ہے اور ان کے ساتھ اپنی زندگی کا ایک حصہ گزارا ہے اور یہ ان کی نبوت کے عینی شاہد ہیں"۔

گاؤں کے لوگ اگرچہ غریب تھے اور چوہدری کے کئی احسانوں کے زیربار بھی' لیکن چوہدری کی اس کفر و ارتداد پر مبنی تقریر نے ان کے تن بدن میں آگ لگا دی۔ انہوں نے چوہدری پر بے شمار لعنتیں بھیجیں اور اس کے بزرگ پر بھی لعن طعن کی اور وہیں پر چوہدری کے سوشل بائیکاٹ کا اعلان کیا۔ گاؤں کے علماء نے چوہدری کو مرتد قرار دے دیا۔ چوہدری کے بیوی بچوں نے اس سے اپنا تعلق ختم کر لیا اور اسے

گھر سے نکال دیا۔ اس کے دوستوں نے اس سے یارانے توڑ لیے۔ وہ لوگ جو چوہدری کو کبھی اپنی پلکوں پہ بٹھاتے تھے' اب اس سے بات کرنے کو بھی تیار نہیں تھے۔ چوہدری گھربار چھوڑ کر اپنے مربعوں پر چلا گیا اور وہاں ایک مکان بنا کر قادیانی بزرگ کے ساتھ رہنے لگا۔ وہ صبح شام قادیانی بزرگ کی خدمت میں مست رہتا۔ اس کی ٹانگیں دباتا' اس کی مالش کرتا' اس کے کپڑے انتہائی عقیدت سے اپنے ہاتھوں سے دھوتا' اس کے جوتے پالش کرتا' اس کے لیے بازار سے بہترین سے بہترین فروٹ لاتا' اس کے لیے اعلیٰ سے اعلیٰ کھانے پکاتا جو شاید کسی رئیس کے دسترخوان پر بھی موجود نہ ہوتے ہوں۔ قادیانی بزرگ بھی کھانوں کو یوں صاف کرتا جیسے بکری چوکر کو صاف کرتی ہے۔

ایک دن چوہدری نے قادیانی بزرگ کے لیے چار مختلف کھانے پکائے اور کھانا پکانے کا حق ادا کر دیا اور قادیانی بزرگ نے کھانے کا حق ادا کر دیا۔ قادیانی بزرگ پیٹ کا مٹکا منہ تک بھرنے کے بعد چارپائی پر لمبا ہوگیا۔ آدھی رات کو اس پر ہیضے نے حملہ کر دیا اور اچانک اتنے پاخانے اور الٹیاں آئیں کہ وہ صبح سے پہلے عزرائیل کا شکار ہوگیا۔ چوہدری اس کی موت پر آٹھ آٹھ آنسو رویا۔ اس نے اس کی لاش پر یوں بین کیے جیسے اس کے پانچ بیٹے اکٹھے فوت ہوگئے ہوں۔ اس نے اس کی غلاظتیں اپنے ہاتھوں سے صاف کیں' اسے نہلایا اور دو گھوڑا مارکہ بوسکی کا کفن پہنایا اور اپنے ہاتھوں سے قبر کھود کر اسے گاؤں کے قبرستان میں رات کو دفن کر دیا۔ صبح اٹھتے ہی چوہدری شہر چلا گیا اور دو من تازہ گلاب کے پھول لے آیا اور سارے پھول قادیانی بزرگ کی قبر پر سجا دیے۔ قبر دیکھنے میں یوں محسوس ہوتی جیسے پھولوں کا پہاڑ ہو۔ اس کے بعد چوہدری نے ان پھولوں پر بہترین خوشبویات چھڑکیں جن سے سارا قبرستان مہک اٹھا۔ گاؤں کے چند چرواہے جب اپنی بھیڑ بکریاں چراتے ہوئے قبرستان سے گزرے تو چوہدری نے انہیں دیکھ کر ان سے کہا' "دیکھو یہ قبر مرزا صاحب کے "صحابی" کی قبر ہے۔ دیکھو یہ کتنی حسین اور دلنشین ہے۔ دیکھو اس سے کتنی خوشبوؤں کے قافلے اٹھ رہے ہیں۔ یہ قبر اوپر سے جتنی خوبصورت ہے' اندر سے بھی اتنی ہی خوبصورت ہے۔ جس طرح اس قبر کے اوپر سے خوشبو کی ہوائیں اٹھ

رہی ہیں' اسی طرح یہ قبر اندر سے بھی مہک رہی ہے۔ مجھے تو یہ قبر دیکھ کر جنت کی یاد آ رہی ہے۔ بھئی جنت کی یاد کیوں نہ آئے اس میں ایک جنتی جو سو رہا ہے۔ آؤ جس نے دنیا میں جنت دیکھنی ہے اس کی قبر کو دیکھ لو۔۔۔۔ اور جو جنت میں جانا چاہتا ہے اس صاحب قبر سے تعلق پیدا کر لے"۔

چرواہوں نے یہ باتیں آ کر گاؤں کے چوپال پر سنا دیں اور پھر یہ خبر پورے گاؤں میں گھوم گئی۔ رات کو گاؤں کے بڑوں کا اجلاس ہوا اور انہوں نے اس صورت حال پر خوب غور کیا۔ انہوں نے ڈپٹی کمشنر کو درخواست دی کہ مذہبی نقطۂ نظر سے کوئی غیر مسلم مسلمانوں کے قبرستان میں اپنا مردہ دفن نہیں کر سکتا۔ ہمارے گاؤں کے قبرستان میں ایک قادیانی مرتد کو دفن کر دیا گیا ہے۔ برائے مہربانی اس کو فوری طور پر قبرستان سے نکالا جائے۔ ڈپٹی کمشنر نے درخواست منظور کرتے ہوئے فوری طور پر قادیانی مردے کو مسلمانوں کے قبرستان سے نکالنے کا حکم جاری کر دیا۔ بڑی تعداد میں گاڑیوں میں سوار پولیس گاؤں کے قبرستان میں پہنچ گئی۔ انتظامیہ کے اعلیٰ افسر بھی ساتھ تھے۔ پورا گاؤں اور اردگرد کے دیہاتوں سے ہزاروں مسلمان قبرستان میں پہنچے ہوئے تھے۔ چوہدری بھی لاش وصول کرنے کے لیے وہیں کھڑا تھا۔ وہ سخت غصہ میں تھا لیکن کچھ کر نہ سکتا تھا۔ اس نے غصہ میں گاؤں کے لوگوں سے کہا:

"دیکھنا ابھی میرے پیر و مرشد اور مرزا غلام احمد قادیانی کے "صحابی" کی قبر کھلے گی اور قبر سے ایسی خوشبوئیں نکلیں گی کہ فضائیں معطر ہو جائیں گی۔ خوشبو سے لدی ہوائیں ماحول پر ایک مستی طاری کر دیں گی۔ بدبختو! جنت تو تمہارے مقدر میں نہیں' آج دنیا میں جنت کی ٹھنڈی ہواؤں کو محسوس کر لو۔ جہنمیو! تمہاری آنکھوں کو تو بہشت بریں دیکھنا نہیں آج دنیا میں ہی جنت کا ٹکڑا دیکھ لو"۔

موقعہ پر موجود تھانیدار نے چوہدری کو خاموش کرایا اور اس نے چار چوہڑوں کو حکم دیا کہ قبر کو کھول دو۔ قبر کھلنے کا منظر دیکھنے کے لیے لوگ قبر پر دیوانہ وار گر رہے تھے۔ سینکڑوں لوگ اردگرد کے درختوں پر چڑھے ہوئے تھے۔ چوہڑوں نے قبر سے مٹی ہٹائی۔ سامنے اب قبر پر پتھر کی سلیں پڑی تھیں۔ جب قبر سے پہلی سل ہٹائی

گئی تو پھک کر کے بدبو کا ایک ایسا بھبھوکا نکلا کہ لوگوں کے دماغ پھٹنے لگے۔ شدت بدبو سے لوگوں کی آنکھوں سے پانی نکل آیا۔ درجنوں لوگ قے کرنے لگے۔ لوگ قبر سے دور دوڑنے لگے۔ ہر طرف سے توبہ توبہ کی صدا اٹھنے لگی۔ کئی لوگ خوف خدا سے رونے لگے۔ کمزور دل لوگ قبرستان سے بھاگنے لگے۔ چوہدری کا بھی بدبو سے برا حال تھا۔ وہ بار بار قے کر رہا تھا۔ بدبو کی وجہ سے اس کی آنکھوں سے پانی نکل کر اس کے رخساروں پر بہہ رہا تھا اور شدت بدبو سے بچنے کے لیے اس نے اپنی ناک کو رومال سے زور سے پکڑ رکھا تھا۔ بدبو اور تعفن اتنا شدید تھا کہ چوہڑوں نے لاش نکالنے سے انکار کر دیا' لیکن جب ڈی سی صاحب نے ہر چوہڑے کو پانچ پانچ سو روپیہ انعام دینے کا وعدہ کیا تو چوہڑے راضی ہوگئے۔ انہوں نے جب باقی سلیں ہٹائیں تو قبر سے بدبو کے ایسے ہولناک طوفان اٹھ رہے تھے کہ گاؤں کی عورتیں اپنے گھروں میں اس بدبو سے بے حال ہو رہی تھیں۔ چوہدری ابھی تک ڈھیٹ بنا قبر کے کنارے کھڑا تھا۔ چوہدری نے جب قبر میں جھانک کر دیکھا تو پوری قبر انتہائی خوفناک کیڑوں سے بھری پڑی تھی' جو بجلی کی سرعت سے ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ جب چوہڑوں نے لاش کو قبر سے باہر نکالا تو چوہدری سمیت سینکڑوں لوگوں نے دیکھا کہ کیڑے نصف لاش ہضم کر چکے تھے۔ کیڑے لاش کی ناک سے داخل ہو کر منہ سے باہر نکل رہے تھے۔ کیڑوں نے ساری لاش میں اس طرح سوراخ کر رکھے تھے جیسے کسی ماہر کاریگر نے ڈرل مشین سے سوراخ کیے ہوں۔ آدھی سے زیادہ زبان کھائی جا چکی تھی۔ پورے ہونٹ کیڑوں کی غذا بن چکے تھے اور نسواری دانت باہر نکلے ہوئے تھے۔ جسم اس طرح کالا ہو چکا تھا جیسے گرم سلاخوں سے داغا گیا ہو۔ پوری لاش سے انتہائی بدبودار پانی نچڑ رہا تھا۔ چوہڑوں نے لاش کو قبر سے نکالنے کے بعد ایک بڑی سی بوری میں بند کر دیا اور پھر تھانیدار نے چوہدری کو مخاطب کر کے کہا:

"چوہدری! یہ پڑی تمہاری ملکیت! اسے وصول کر لو اور جلد از جلد اسے اپنی زمین میں دفن کر لو کیونکہ بیماریاں پھیلنے کا سخت خطرہ ہے"۔

چوہدری ساکت و جامد کھڑا تھا---- گویا چوہدری نہیں کوئی بت کھڑا ہے---- تھانیدار نے اسے دو مرتبہ ہلا کر بلایا لیکن وہ خاموش رہا---- اور پھر جب

تھانیدار نے اسے زور سے ہلایا تو وہ دھڑام سے زمین پر گر گیا۔۔۔ وہ سجدے کی حالت میں تھا۔۔۔ وہ خدا سے چیخ چیخ کر معافی مانگ رہا تھا۔۔۔ اس کے پورے جسم پر لرزا طاری تھا۔۔۔ تھانیدار نے جب اسے اٹھایا تو وہ کہہ رہا تھا:

"میرے کریم مالک! تو باپ سے زیادہ کریم ہے۔۔۔ تو ماں سے زیادہ رحیم ہے۔۔۔ میں تیری رحمت پہ صدقے واری۔۔۔ میں تیرے کرم پہ قربان۔۔۔ تو نے میری ہدایت کے لیے کتنا بڑا سامان کیا۔۔۔ اگر میں اپنی بقیہ زندگی کی ساری ساعتیں تیرے حضور سجدے میں گزار دوں تب بھی تیرا حق ادا نہ ہوگا۔۔۔ میں نے تجھ سے بغاوت کی لیکن تو نے مجھ پر رحمت کی۔۔۔ میں نے تجھ سے جفا کی لیکن تو نے مجھ سے وفا کی۔۔۔ میں نے تجھے چھوڑا لیکن تو نے اپنا دست کرم مجھ سے نہ کھینچا۔۔۔ میں فاتر العقل قادیانیت کے جہنم میں کود گیا۔۔۔ لیکن تیری رحمت کے ہاتھوں نے مجھے اٹھا کر دوبارہ گلشن اسلام میں پہنچا دیا"۔

پھر چوہدری نے غضبناک آنکھوں سے لاش والی بوری کو دیکھا اور بوری کو پوری قوت سے ٹھڈا مارتے ہوئے کہا:

"مردود کہیں کا"۔

اور پھر آتشیں لہجے میں تھانیدار سے مخاطب ہوا اور کہنے لگا:

"میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ اسے ریوہ لے جاؤ یا کتوں کے آگے ڈال دو"۔